عید الاضحیٰ کے احکام اور فضائل

مرتب

رضاء اللہ عبدالکریم مدنی / حفظہ اللہ

ناشر

صوبائی جمعیت اہلحدیث ممبئی

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾

اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔

عید الاضحیٰ کے احکام اور فضائل

مرتب

رضاء اللہ عبد الکریم مدنی رحفظہ اللہ

ناشر

صوبائی جمعیت اہلحدیث ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدلله نحمده ونصلی علی رسوله الکریم امابعد:

قربانی کیا ہے؟

قربانی کسی بھی قوم کے لئے زندگی کی دلیل ہے، قوم جب تک قربانی کے جذبہ سے سرشار رہتی ہے عروج و بلندیاں اس کے قدم چومتی ہیں اور قربانی کا جذبہ سرد ہونے کے ساتھ ہی قوم اپنی قدر کھونے لگتی ہے۔

عید قرباں درحقیقت قوم کا ہر وقت ہر آن اپنا سب کچھ راہِ خدا میں لٹانے کے جذبہ سے سرشار رہنے کی خوشی کا اظہار ہے اور ایک جانور کی قربانی دینے کے عمل کو ہر سال دوہرانا اس بات کا اعلان ہے کہ ہم اسی طرح اپنے مال ومتاع اور خواہش و آرزو قربانی کے لئے بھی تیار ہیں۔

عید قرباں کا مقصد صرف ایک جانور کو ذبح کر دینا ہرگز نہیں اگر ہم یہ سمجھتے ہیں تو یہ قربانی کا انتہائی عامیانہ اور سطحی تصور ہے جس کی اجازت اسلام جیسا آفاقی دین اور انقلابی مذہب ہرگز نہیں دیتا۔

قربانی کو پیغمبر اسلام نے "**سنة ابیکم ابراهیم**" سے تعبیر کیا ہے اور جب ہم ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی زندگی کو دیکھتے ہیں تو سراپا قربانی و ایثار نظر آتی ہے، کون سی ایسی چیز ہے جس کی قربانی ابراہیم علیہ السلام نے نہ دی ہو، مال و دولت کی قربانی جاہ و منصب کی قربانی، ماں باپ کی قربانی، بیوی بچوں کی قربانی، غرض کہ ابراہیم علیہ السلام کی ساری زندگی ہی قربانی سے عبارت ہے۔

اگر ہمارے اندر مندرجہ بالا جذبات پیدا ہو سکے تو سمجھنا چاہئے کہ ہم نے واقعی قربانی کی اور اگر خدانخواستہ ہم نے کئی جانور ذبح کر ڈالے اور دل میں وہ جذبات پیدا نہ ہو سکے نیز اپنی اور اپنے مال ومتاع اور خواہشات کی قربانی کا ارادہ تک دل میں نہ ہوا تو ہم نے قربانی کو سمجھا اور نہ اس سے کوئی فائدہ حاصل کیا۔

قرآنی بیان کے مطابق اللہ رب العزت اگر قبول کرتا ہے تو صرف نیک جذبات اور خلوص کو قبول کرتا ہے، ورنہ گوشت پوست ہڈیاں اور خون تو یہیں زمین پر رہ جاتے ہیں، اس کے یہاں تو صرف خلوص وعمل صالح اور نیک جذبات ہی پہنچتے ہیں۔

اللہ کا فرمان ہے:

﴿لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِن يَنَالُهُ التَّقْوَى مِنكُمْ﴾ (الحج: ۳۷)

قربانی اور عشرہ ذی الحجہ کے فضائل:

عشرہ ذی الحجہ کے اندر کئے جانے والے اعمال کا درجہ بہت بڑا ہے اور یہ عشرہ بہت سی فضیلتوں کا حامل ہے، رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث جس کو امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے میں ہے کہ اس عشرہ کے عمل کو جو مقبولیت بارگاہ الٰہی میں ہے وہ کسی عمل کو حاصل نہیں، صحابۂ کرام نے عرض کیا: کیا راہِ خدا میں جہاد کرنے والے کو بھی وہ فضیلت حاصل نہیں؟ فرمایا: ہاں اس کو بھی حاصل نہیں سوائے اس مجاہد کے جو راہِ خدا میں اپنا سب کچھ لٹا دے۔

اس پورے عشرہ کے روزوں کی بھی بڑی فضیلت ہے، نبی اکرم ﷺ اس عشرہ میں روزے رکھا کرتے تھے، سنن نسائی ومسند احمد بن حنبل رحمہ اللہ میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ عشرۂ ذی الحجہ کے روزے، ہر ماہ کے تین روزے اور فجر سے پہلے کی دو رکعتیں کبھی نہیں

چھوڑا کرتے تھے۔

اس عشرہ کے نویں ذی الحجہ کے روزہ کی خصوصی فضیلت آئی ہے، چنانچہ مسلم شریف وغیرہ میں مذکور ہے کہ یوم عرفہ کا روزہ سال گزشتہ و آئندہ کے گناہوں کو دھوڈالتا ہے، ہاں یادرہے کہ حاجی لوگ یوم عرفہ کا روزہ نہ رکھیں چونکہ اس کا روزہ ان کیلئے ممنوع ہے۔(ابن ماجہ)

قربانی کا عمل اللہ رب العزت کو انتہائی درجہ محبوب ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عیدالاضحیٰ کے دن خون بہانے (یعنی قربانی کرنے) سے زیادہ محبوب کوئی عمل نہیں، نیک نیتی سے کی گئی قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل ہی بارگاہ رب العزت میں مقبول ہوجاتا ہے۔(ترمذی)

عیدقرباں کا چاند دیکھنے کے بعد کا عمل:

عیدقرباں کا چاند دیکھتے ہی تکبیرات عیدین پڑھنا شروع کردینی چاہئیں۔تکبیرات کا بلند آواز سے کہنا تعامل صحابہ کرام سے ثابت ہے۔تکبیرات ہروقت چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کہتے رہنا چاہئے۔(مرعاۃ شرح مشکوٰۃ)

چاند نظر آنے کے بعد سے لے کر عید کے دن تک بال و ناخن ہرگز نہ ترشوائے چاہے قربانی کرے یا نہ کرے۔(مسلم،ابوداؤد،نسائی)

عیدین کی تکبیریں:

تکبیرات عیدین کئی طرح سے وارد ہیں۔ان میں سے کوئی بھی الفاظ استعمال کرلئے

جائیں مثلاً:۱-**الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر الله اکبر ولله الحمد**۔(دراقطنی)

۲-**الله اکبر الله اکبر الله کبیرا**۔(مسند عبدالرزاق)

میدان عید میں بھی کثرت اورزور سے تکبیرات کہنی چاہئیں۔(فتح الباری ونیل الاوطار)

عید کے دن کے اعمال:

۱-صبح سویرے نہادھوکر حسب استطاعت بہتر سے بہتر لباس پہنے اور خوشبو لگائے۔(مشکوٰۃ)

۲-عیدالاضحیٰ کے دن نماز سے پہلے کچھ نہ کھائے بلکہ آکر قربانی کے گوشت میں سے کھائے۔(ترمذی،مسند احمد)

۳-عید کی نماز سورج بلند ہوتے ہی پڑھ لینی چاہئے زیادہ تاخیر نہ کی جائے۔(ابوداؤد،ابن ماجہ)

۴-عید کی نماز کے لئے میدان کی طرف نکلنا اور راستہ بھر تکبیر کہتے ہوئے چلنا چاہئے۔(مشکوٰۃ مع مرعاۃ)

۵-تمام عورتیں بھی عیدگاہ میں جائیں۔البتہ حائضہ عورتیں نماز کے وقت علیحدہ بیٹھ جائیں۔(بخاری ومسلم)

۶-بلاضرورت مسجد میں نماز عید پڑھ لینا درست نہیں۔

۷-عید کی نماز بلا اذان واقامت کے مسنون ہے،نماز سے پہلے خطبہ دینا اور نماز سے قبل یا بعد میں سنت ونوافل پڑھنا اللہ کے رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔(بخاری ومسلم)

۸-عید کی نماز دو رکعت سنت موکدہ ہے۔پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد سات تکبیریں

اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہنی چاہئیں، تکبیر تحریمہ کے علاوہ اس طرح کل تکبیرات بارہ (۱۲) ہوئیں۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد)

پہلی رکعت میں **سبح اسم ربك الاعلىٰ** اور دوسری رکعت میں **هل اتاك حديث الغاشية** یا پہلی میں سورہ ق اور دوسری میں سورہ قمر پڑھنا سنت ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

تکبیرات زوائد میں رفع الیدین:

تکبیرات زوائد میں رفع الیدین تعامل صحابہ سے ثابت ہے۔ (تلخیص الحبیر، ابن ماجہ)

اگر کوئی عید کی جماعت نہ پائے:

اگر کوئی عید کی جماعت نہ پائے تو اسی جگہ میدان میں مسنونہ طریقہ پر دو رکعت نماز ادا کر لے۔ (مرعاۃ مشکوٰۃ)

عید کی مبارک باد:

مسلمانوں کی عید کی مبارک باد دیتے وقت ایک دوسرے سے **تقبل الله منا ومنكم** کہنا چاہئے۔

سب سے بہتر قربانی:

قربانی کے جانوروں میں سب سے بہتر جانور دنبہ ہے۔ سب سے افضل قربانی وہ ہے جو تندرست و توانا ہو۔

قربانی کے جانور:

وہ جانور جن کی قربانی نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام نے کی، وہ **بهيمة الانعام** یعنی بھیڑ، اونٹ اور گائے ہیں۔ یہ چاروں اقسام کے نر اور مادہ جانور قربانی کے جانور ہیں، سلف صالحین سے انہی جانوروں کی قربانی ثابت ہے۔

ایک جانور میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں لیکن یہ تعداد صرف گائے اور اونٹ کے ساتھ خاص ہے، بکری اور دنبہ میں شرکت جائز نہیں ہے۔ ہاں ایک بکری اور ایک دنبہ پورے گھر کی طرف سے ہوسکتا ہے جیسا کہ سنن ابوداؤد اور مستدرک حاکم میں احادیث موجود ہیں، سنن ترمذی میں اونٹ میں دس آدمیوں کی شرکت بھی مذکور ہے مگر اس کی سند بنسبت اس حدیث کے جس میں اونٹ میں بھی سات کی شرکت کا تذکرہ ہے کمزور ہے لہٰذا بہتر ہے کہ اونٹ میں بھی سات افراد ہی شامل ہوں۔

ایک بکری کا سارے گھر والوں کی طرف سے کافی ہونا احادیث صحیحہ اور تعامل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے، اس کو نبی اکرم ﷺ کی خصوصیت بتانا یا منسوخ کہہ کر گزر جانے کی کوشش کرنا انتہائی درجہ کی جسارت ہے اور اس طرح کی باطل تاویلات سے حدیث شریف کی مخالفت لازم آتی ہے۔

کیا قربانی کی قیمت صدقہ کی جاسکتی ہے؟

قربانی کے جانور کا ذبح کرنا رکن قربانی یعنی جانور کا خون بہانا ضروری ہے، کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتی۔ جو لوگ برادران وطن کے ساتھ بے جا رواداری اور اپنی

غلامانہ ذہنیت کے پیش نظر جانور کی قربانی کے بجائے اس کی قیمت دیدینے کی بات کرتے ہیں، وہ سراسر نادانی اور حماقت کی بات کرتے ہیں، قیمت ادا کرنا تو دور کی بات ہے خود زندہ جانور کو صدقہ کردینا بھی قربانی کے قائم مقام نہیں ہوسکتا۔

قربانی کا جانور کیسا ہو؟

قربانی کے لئے جس جانور کا انتخاب کیا جائے وہ تندرست، توانا اور خوبصورت ہو، اگر نر ہو اور سینگ دار ہو تو زیادہ بہتر ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ ایسے ہی جانور پسند کرتے تھے۔
جانور کا مسنہ ہونا یعنی دانتا ہونا ضروری ہے، صرف بوقت مجبوری بھیڑ کا چھ ماہ بھی قربان کیا جاسکتا ہے۔ (مرعاۃ شرح مشکوٰۃ) قربانی کا جانور بے عیب ہونا چاہئے یعنی کانا کبڑا اندھا لولا یا کان کٹا وغیرہ نہیں ہونا چاہئے اگرچہ جانور کا تمام عیوب سے پاک ہونا ضروری ہے مگر جانور خریدنے اور قربانی کے لئے متعین کرنے کے بعد عیب دار ہوجائے تو اس کی قربانی ہوسکتی ہے، ہاں خریدتے وقت اس کا بے عیب ہونا ضروری ہے۔

(مسند احمد، موطا امام مالک)

قربانی کا وقت:

قربانی کا وقت عید کی نماز کے بعد ہے۔ نماز عید سے قبل کی گئی قربانی، قربانی نہیں ہوتی بلکہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرنا لازم ہوگی۔ (بخاری) اس میں دیہاتی اور شہری کی بیخ نکال کر دونوں میں تفریق کرنا قطعاً درست نہیں، خصوصاً ان لوگوں سے جو بے بات میں احتیاط کی بات کرتے ہیں یہ بے احتیاطی انتہائی درجہ تعجب خیز ہے۔

قربانی کون سے دن جائز ہے:

صحیح حدیث وتعامل صحابہ کی روشنی میں قربانی کرنا عید کے دن اور اس کے تین دن بعد تک جائز ہے یعنی تمام ایام تشریق قربانی کے دن ہیں۔ (زادالمعاد نیل الاوطار)

کیا خصی کی قربانی درست ہے؟

بعض حضرات خصی جانور کی قربانی سے پرہیز کرنے کی تلقین کرتے ہیں جو درست نہیں ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خصی جانور کی قربانی کی ہے۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ، نیل الاطار وغیرہ)

کیا جانور کو کسی دوسرے سے ذبح کرواسکتے ہیں؟

اگرچہ بدرجہ مجبوری دوسرے سے بھی ذبح کرواسکتے ہیں مگر جانور کو خود ذبح کرنا زیادہ افضل ہے اگر کسی مجبوری سے خود ذبح نہ کرسکے تو اگر ممکن ہو تو خود وہاں حاضر ضرور رہے۔

(فتح الباری شرح بخاری)

قربانی کا طریقہ:

ذبح کرنے سے پہلے چھری وغیرہ کو خوب تیز کرلینا چاہئے نیز اگر جانور قابو میں نہ آسکے تو مضبوطی سے اس کے پاؤں باندھ دینا چاہئے پھر بائیں پہلو پر لٹا کر اس کی گردن پر دباؤ دیتے ہوئے دعا پڑھ کر ذبح کرے، کوئی ایسا طریقہ استعمال نہ کرے جس سے جانور کو

بلاوجہ تکلیف ہو۔ (نیل الاوطار ومرعاۃ)

قربانی کی دعا:

﴿اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝﴾

اگر قربانی اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے کرنا ہوتو یوں کہے: **اَللّٰهُمَّ لَكَ وَمِنْكَ تَقَبَّلْ مِنِّیْ وَمِنْ اَهْلِ بَیْتِیْ۔** اور اگر دوسرے کی طرف سے ہوتو کہے **اللهم تقبل من**...... کے بعد اس کا نام لے اور **بسم الله والله اكبر** کہہ کر ذبح کرے۔

قربانی کے چمڑے کا مصرف:

قربانی کے جانوروں کی کھال وغیرہ غرباء ومساکین اور یتامی کو دینا افضل ہے، قصاب وغیرہ کی اجرت میں چمڑا یا قربانی کا گوشت دینا ہرگز جائز نہیں بلکہ قربانی کو ضائع کرتا ہے، ہاں دباغت دے کر خود استعمال کرسکتا ہے، بیچ کر اس کی قیمت کھانا جائز نہیں۔ (مشکوٰۃ)

میت کی طرف سے قربانی:

میت کی طرف سے قربانی بلاشبہ جائز اور درست ہے نبی اکرم ﷺ کے قول وفعل دونوں سے اس کا ثبوت موجود ہے، تردد اور شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ (مسلم، ابوداود، ترمذی، وغیرہ)

شیخ رضاء اللہ عبدالکریم صاحب مدنی حفظہ اللہ کا رسالہ ختم ہوا۔

علماء سلف کے فتوے

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذیل میں میت کی طرف سے قربانی کے جواز کے قائلین چند علماء کرام کے فتوے بھی نقل کر دیئے جائیں۔
(ماخوذ از **کشف الشبہات بجواز الاضحیۃ عن الاموات**۔ تالیف شیخ انصار زبیر محمدی حفظہ اللہ کے شکریئے کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ (متوفی ۶۶۱ھ) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ میت کی طرف سے قربانی کے جواز کا فتویٰ صادر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وتجوز الاضحیۃ عن المیت کما یجوز الحج عنہ والصدقۃ عنہ"

(مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۳۰۶/۲۶) میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے جس طرح اس کی طرف سے حج اور صدقہ کرنا جائز ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: **"وتضحیۃ عن المیت افضل من الصدقۃ بثمنہا"** (الاختیارات العلمیہ لابن تیمیہ بتعلیق ابن عثیمین)

میت کی طرف سے قربانی کرنا اس کی قیمت صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ (۱۳۵۳)

شارح ترمذی، صاحب تحفۃ الاحوذی، محدث عصر، علامۂ زماں امام دوراں مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **"لم اجد فی التضحیۃ عن المیت منفردا حدیثا مرفوعا صحیحا واما حدیث علی المذکور فی الباب**

فضعیف کما عرفت فاذا ضحی عن المیت منفردا فالاحتیاط ان یتصدق بها کلها واللہ تعالیٰ اعلم"۔

میت کی طرف سے علیحدہ قربانی کرنے کے بارے میں مجھے کوئی صحیح مرفوع حدیث نہیں ملی، رہی اس باب میں حضرت علیؓ کی حدیث تو وہ ضعیف ہے جیسا کہ میرے علم میں ہے پس جب کوئی میت کی طرف سے علیحدہ قربانی کرے تو احتیاط اسی میں ہے کہ اس کا پورا گوشت صدقہ کردے اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتوے سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا مردے کی طرف سے قربانی کا بالکلیہ انکار نہیں کرتے بلکہ زندہ ومردہ دونوں کی طرف سے قربانی کرنے اور اس کا گوشت کھانے کو بالکل درست مانتے ہیں البتہ صرف مردے کی طرف سے قربانی کرنے کی صورت میں احتیاط اس میں سمجھتے ہیں کہ اس کا پورا گوشت صدقہ کردیا جائے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

سید ابی الوزیر احمد حسن محدث دہلوی (متوفی ۱۳۳۸) رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

صحیح مسلم کی شرح میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ان الصدقة تقع عن المیت ویصله ثوابها والثابت عن النبی ﷺ انه کان یضحی عن امته ولا یخفی ان امته ﷺ کان کثیر منهم توفوا فی عهدی افا الاموات والاحیاء کلهم من امته ﷺ دخلوا فی اضحیة النبی ﷺ فقول بعض اهل العلم الذی رخص فی الاضحیة عن الاموات مطابق للادلة"۔ (نیل لمعات، مرقاۃ) تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوۃ ۱/۲۷۷)

میت کی طرف سے صدقہ واقع ہوجاتا ہے اور اس کا ثواب اسے پہنچتا ہے اور نبی

کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ اپنی امت کی طرف سے قربانی کرتے تھے اور یہ بات مخفی نہیں رہی کہ آپ ﷺ کی امت میں آپ کے دور میں بہت سارے لوگ وفات پا چکے تھے، اس واسطے آپ کی امت کے زندہ و مردہ تمام کے تمام لوگ آپ ﷺ کی قربانی میں شامل ہوئے۔ اسی لئے جن علماء نے مردے کی طرف سے قربانی کی رخصت دی ہے۔ ان کا قول دلیل کے مطابق ہے۔

سعودی عرب کی فتویٰ کمیٹی (الجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیہ والافتاء) کا فتوی

سوال: کیا میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے؟

جواب: من حیث الاصل قربانی کی مشروعیت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے عموم کی وجہ سے میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے۔

" اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاث صدقة او علم ينتفع به او ولد صالح يدعوا له " (احمد ۲/۲۷۲ و مسلم ۳/۱۲۵۵ برقم (۱۶۳۱ کتاب الوصیۃ باب مایلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ والبخاری فی الادب المفرد ۱/۱۱۳ برقم (۳۸) باب بر الوالدین بعد موتھما وابی داؤد ۳/۱۱۷ برقم (۲۸۸۰) کتاب الوصایا باب ماجاء فی الصدقۃ عن المیت والترمذی ۳/۶۶۰) برقم (۱۳۷۶) کتاب الاحکام باب فی الوقف والنسائی ۶/۲۵۱ کتاب الوصایا باب فضل الصدقۃ عن المیت والبغوی ۱/۲۳۰ (۱۳۹) وابن حبان ۷/۲۸۶ (۳۰۱۶) والبیہقی ۶/۲۷۸)

جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منطقع ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں سے (اس کو فائدہ پہنچتا ہے)

(۱) صدقہ جاریہ (۲) نفع بخش علم (۳) نیک اولاد جو اس کیلئے دعائے مغفرت کرے۔

اس حدیث کو امام مسلم، ابی داؤد، ترمذی، نسائی اور امام بخاری نے الادب المفرد میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

دراصل میت کی طرف سے قربانی کرنا اس کی طرف سے صدقہ جاریہ ہے جس کا فائدہ میت اور قربانی کرنے والے دونوں کو پہنچتا ہے۔

(مجموع فتاویٰ اللجنۃ الدائمہ ۱۱/۷۔۴۱۸، فتویٰ نمبر (۱۴۷۴)

وبالله التوفيق وصلى الله على نبينا محمد وعلىٰ آله وصحبه وسلم اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء

صدر کمیٹی: عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ

نائب صدر: عبدالرزاق عفیفیؒ

رکن: عبداللہ بن غدیان

علامہ شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ (متوفی ۱۴۲۰)

سوال: میرا چچا زاد بھائی اپنے والد اور دادا کی وفات کے بعد ہر سال ان کی طرف سے قربانی کرتا ہے۔ میں نے اسے کئی مرتبہ سمجھایا تو اس نے کہا کہ اس مسئلہ میں میں نے علماء سے پوچھا ہے، فوت شدہ باپ دادا کی طرف سے قربانی کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے، تو کیا اس کی یہ بات صحیح ہے؟ برائے کرم مجھے اس کا جواب عنایت فرمائیں؟

جواب: اگر اس نے عیدالاضحیٰ کے دن یا قربانی کے دنوں میں اپنے والد یا دادا یا ان کے علاوہ کسی کی طرف سے قربانی کی نیت سے جانور ذبح کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ صدقہ مردوں یا زندوں دونوں کو فائدہ پہنچاتا ہے خواہ گوشت کا ہو یا خوردنی اشیاء کا یا نقدی وغیرہ کا ان تمام کا فائدہ مردوں اور زندوں دونوں کو پہنچتا ہے۔ کیونکہ اللہ کے نبی

ﷺ سے ثابت ہے۔

"انہ سئل عن الرجل یتصدق لامہ بعد وفاتہا افلہا اجر؟ فقال نعم" (رواہ البخاری کتاب الجنائز رقم ۱۲۹۹ و مسلم کتاب الزکوۃ ۱۶۷۲ و کتاب الوصیۃ ۳۸۳ و ابی داؤد کتاب الوصایا ۲۴۹۵ والنسائی کتاب الوصایا ۳۵۸۹ واحمد فی المسند (باقی مسند الانصار) ۲۳۱۱۷) ومالک فی الموطا کتاب الاقضیہ ۱۲۵۵ وسنن ابن ماجہ کتاب الوصایا ۲۷۰۸)

کہ آپ ﷺ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو اپنی ماں کی وفات کے بعد اس کی طرف سے صدقہ کرتا ہے تو اس کا ثواب اس کی ماں کو پہنچے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں!

اور صحیح مسلم میں نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے کہ **"اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الا من ثلاث صدقۃ جاریۃ او علم ینفع بہ او ولد صالح یدعو لہ"**

(رواہ مسلم ۱۱/۱۲۲ کتاب الوصیۃ باب مایلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ رقم ۱۶۳۱ والبخاری فی الادب المفرد باب بر الوالدین بعد موتہما ۴۵ رقم ۳۷/۲۸ والترمذی ۴/۵۲۱ کتاب الاحکام باب فی الوقف رقم ۳۹۰ وابوداؤد ۶۲/۸ کتاب الوصایا باب ماجاء فی الصدقۃ عن المیت رقم ۲۸۷۷ والنسائی کتاب والوصایا باب فضل الصدقۃ علی المیت وخرجہ الالبانی فی الادرواء رقم ۱۵۸۰)

جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے مگر تین چیزوں سے (اسے نفع پہنچتا ہے) (۱) صدقۂ جاریہ (۲) نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ میت کے حق میں کئے گئے صدقہ کا فائدہ اسے پہنچتا ہے۔ اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، اسی طرح میت کو دعا کا فائدہ بھی پہنچتا ہے۔

پس اگر اس نے اس ذبیحہ کے ذریعہ اپنے باپ، دادا یا ان کے علاوہ کسی کی طرف سے صدقہ کی نیت کی یا اس نے قربانی کے دنوں میں قربانی کی نیت سے اللہ تعالیٰ کا تقرب

حاصل کرنے کے لئے جانور ذبح کیا اوراس کے لئے قربانی کے دنوں کے علاوہ کوئی خاص دن یا مہینہ مخصوص نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں ہے اس کا ثواب اسے اور میت دونوں کو اس کے خلوص نیت اور رزق کی پاکیزگی کے مطابق پہنچے گا۔

اور اگر اس نے اس ذبیحہ سے اس طرح کے تقرب کا ارادہ کیا جیسا کہ قبروں پر ذبح کرنے والے یا سورج، چاند یا جناتوں کے نام پر ذبح کرنے والے چاہتے ہیں تو یہ شرک اکبر ہے۔

اس لئے کہ کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ قربانی، نذر یا دوسری کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے انجام دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ إِنَّ صَلاَتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّهِ رَبِّ الْعَالَمِين لاَ شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَاْ أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ (الانعام:۱۶۲-۱۶۳)

(اے نبی ﷺ) آپ فرما دیجئے! میری نماز اور قربانی، میرا جینا اور مرنا سب اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو سارے جہاں کا مالک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں (اس امت میں) اس کا سب سے پہلا تابعدار ہوں۔

اور فرمایا: ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَر ،فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ (الکوثر۱-۲) اے پیغمبر! ہم نے آپ کو (حوض) کوثر دیا تو (اس کے شکر میں) اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے۔

اور اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: "**لعن الله من ذبح لغير الله**" (رواہ مسلم ۱۳/۱۴۰ فی الاضاحی باب تحریم الذبح لغیر اللہ ولعن فاعلہ رقم ۱۸ مع شرح النووی ونسائی ۷/۲۳۲ فی الضحایا باب من ذبح لغیر اللہ تعالیٰ وانظر صحیح الجامع للالبانی ۲/۹۰۹ رقم (۵۱۱۲) من حدیث علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ)

اللہ کی لعنت ہو اس پر جو غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرے۔

پس جناتوں یا قبر والوں یا ان کے علاوہ مخلوقات کے لئے مثلاً بت ستاروں کے لئے جانور ذبح کرنا اوران سے شفاعت کی امید کرنا یا عقیدہ رکھنا کہ وہ فائدہ پہنچائیں گے یا بیماری سے شفا دیں گے یا اس ذبیحہ کے ذریعہ اسے اللہ تعالیٰ سے قریب دیں گے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو سورج، چاند اور ستارے وغیرہ کے لئے ذبح کرتا ہے۔ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی طلب کرتے ہیں۔

(مجموع فتاوی ومقالات متنوعہ لسماحۃ الشیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ ۶/۳۸۵-۳۸۶)

جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس کا فتویٰ:

میت کی طرف سے قربانی کے سلسلے میں جمعیت اہل حدیث بھیونڈی کی طرف سے کئے گئے ایک تفصیلی سوال کے جواب میں جامعہ سلفیہ بنارس شعبۂ بنارس کے شعبۂ افتاء سے جو فتویٰ صادر ہوا ہے یہاں ہم اسے افادۂ عامہ کی غرض سے نقل کر رہے ہیں اس کی کاپی جامعہ سلفیہ بنارس یا جمعیت اہلحدیث بھیونڈی سے طلب کی جاسکتی ہے۔

الجواب بعون الوہاب:

واضح ہو کہ میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز و درست ہے کیونکہ جس طرح عام صدقات میت کی طرف سے کرنا جائز ہے اسی طرح قربانی بھی ایک قسم کا صدقہ ہے جو میت کے لئے نفع بخش ہے نیز اس عموم سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مستثنیٰ کرنے کے لئے کوئی شرعی دلیل کتب حدیث میں موجود نہیں بلکہ اس کی تائید ان احادیث صحیحہ سے ہوتی ہے جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا استغفار کرنا ثابت ہے۔

اور ان روایتوں سے ان حضرات کی تردید بھی ہوتی ہے جو اس بات کا دعویٰ کرکے'' کہ

آپ ﷺ اپنی امت کی نیکی کے بھوکے نہیں'' رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قربانی کے عدم جواز کا فتویٰ صادر فرماتے ہیں اور یہ بات واضح ہے کہ میت کی طرف سے حج بدل کرنے والے شخص پر میت کی طرف سے ہدی پیش کرنا ضروری اور واجب ہے بغیر قربانی دیئے حج ہی مکمل نہیں ہوسکتا ہے۔ (واضح رہے کہ مذکورہ ہدی صرف متمتع اور مقرن کے لئے ضروری ہے، مفرد کے لئے ضروری نہیں ہے۔ ہمارے علماء کو فتویٰ نویسی کے وقت استثناء کے ساتھ احتیاط کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے (مقدمہ نگار)

چونکہ میت کی طرف سے جو قربانی کی جاتی ہے وہ صدقہ وخیرات کے حکم میں ہے اور صدقہ وخیرات غریبوں اور مسکینوں کا حق ہے، اس لئے خود نہ استعمال کر کے غرباء ومساکین کو کھلا دیں، یا ان میں تقسیم کر دیں اور یہی دلیل ہے امام ابن مبارکؒ کی۔

نیز صحیح مسلم والی جو روایت استفتاء میں مذکور ہے وہ صحیح ہے اور اس سے بھی میت کی طرف سے قربانی کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔

هذا ماعندی والله اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد رئیس ندوی- جامعہ سلفیہ بنارس ۵/۷/۱۹۹۸ء

حررہ: عبدالسلام ابوہریرہ السلفی- جامعہ سلفیہ بنارس ۱۰/۳/۱۴۱۹ھ-۵/۷/۱۹۹۸ء

شیخ عبدالعزیز الحمد السلمان حفظہ اللہ کا فتویٰ:

میت کی طرف سے قربانی کے جواز پر گفتگو کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ **"وتقدمت الادلة الدالة علی ان من فعل قربه وجعل ثوابها لحی مسلم او میت نفعه ذلك"** (الاسئلة والاجوبة الفقهية المقرونة بالادلة الشرعيه ۵/۳)

تقرب الٰہی اور ثواب کی نیت سے قربانی کے اثبات میں دلیلیں گزر چکی ہیں جن سے

پتہ چلتا ہے کہ اس سے زندہ یا مردہ ہر مسلمان کو فائدہ پہنچتا ہے۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن حفظہ اللہ کا فتویٰ:

میت کی طرف سے قربانی کا جواز اور گوشت کے مصرف کے تعلق سے استاذ محترم ڈاکٹر فضل الرحمٰن مدنی حفظہ اللہ (مفتی وشیخ الجامعہ، جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں) کے چند فتاوے ہم قارئین کے لئے نقل کر رہے ہیں:

سوال: اگر کوئی شخص کسی مرحوم کے نام پر قربانی کرتا ہے تو کیا ایسی صورت میں تمام گوشت کو غریبوں میں منقسم کر دیا جائے گا یا پھر اس کو کتنے حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ (مفصل جواب لکھئے)

بعض کا کہنا ہے کہ چونکہ وہ جانور مرحوم کے نام پر ذبح کیا گیا ہے اس لئے اس کو غریبوں میں تقسیم کر دیا جائے گا اور بعض کہتے ہیں کہ اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ (راجح قول بھی لکھئے)

الجواب: بعون الوہاب وتوفیقہ: میرے نزدیک میت کی جانب سے اگر کوئی قربانی کرے تو افضل ہے کہ دیگر صدقات کی طرح اسے فقراء ومساکین میں تقسیم کر دے یا انہیں کھلا دے، لیکن اگر اس میں وہ خود کھانا چاہے اور اہل وعیال کو کھلانا چاہے تو جس طرح زندہ کی جانب سے قربانی میں سے (اس کے صدقہ ہونے کے باوجود) اس کے لئے خود کھانا اور اہل وعیال کو کھلانا جائز ہے، اگر تین حصوں میں تقسیم کر دے تو بھی جائز ہے۔ مگر ان میں سے کوئی بھی واجب نہیں ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ غنیۃ الالمعی کے حوالے سے فرماتے ہیں ”جن لوگوں نے میت کی جانب سے قربانی کرنے کی اجازت دی ہے، ان کا قول دلائل کے

مطابق ہے اور جن لوگوں نے منع کیا ہے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ حدیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ دو مینڈھے کی قربانی کیا کرتے تھے ایک ان لوگوں کی جانب سے جنہوں نے توحید کا اقرار کیا اور آپ کے لئے لوگوں تک اللہ کے پیغام پہنچانے کی شہادت دی اور آپ کی رسالت کا اقرار کیا اور دوسری اپنی اور اپنے اہل وعیال کی جانب سے اور یہ بات معلوم ہے کہ بہت سے صحابہ کرام آپ کی زندگی میں وفات پا چکے تھے اس واسطے آپ ﷺ کی قربانی میں زندے اور مردے سب شریک ہوئے اور جس مینڈھے کی قربانی آپ ﷺ اپنی امت کی طرف سے کرتے تھے وہ بلاتفریق جس طرح آپ ﷺ کی امت کے زندوں کی طرف سے تھا اسی طرح آپ ﷺ کی امت کے مردوں کی طرف سے تھا اور یہ بات ثابت نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس دنبہ کو پورا صدقہ کر دیتے تھے اور اس میں سے خود کچھ نہیں کھاتے تھے بلکہ حضرت ابورافع کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان دونوں میں سے مساکین کو کھلاتے تھے اور آپ ﷺ خود اور آپ کے اہل وعیال کھاتے تھے۔ (رواہ احمد فی مسندہ (تفصیلی حوالہ گزر چکا ہے دیکھئے حاشیہ ا)

اور رسول اللہ ﷺ کی عادت تھی کہ قربانی میں سے آپ اور آپ کے اہل کھاتے اور مساکین کو کھلاتے اسی کا آپ ﷺ نے اپنی امت کو حکم دیا آپ سے اس کے خلاف محفوظ نہیں۔

اس لئے جب آدمی اپنی اور بعض اموات سے یا اپنی اور اپنے اہل وعیال کی جانب اور کسی میت کی جانب سے قربانی کرے تو جائز ہے کہ اس میں وہ اور اس کے اہل وعیال کھائیں اور اس کے اوپر پوری قربانی کا صدقہ کرنا واجب نہیں ہاں اگر کسی قربانی کو مردوں کے لئے خاص کر دے اور اس میں زندوں کو شریک نہ کرے تو وہ مساکین کا حق ہے جیسا کہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "**انتھی ما فی غنیۃ الالمعی مفصلا**"

میں (علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) کہتا ہوں کہ صرف میت کی جانب سے قربانی کرنے کے بارے میں مجھے کوئی صحیح مرفوع حدیث نہیں ملی اور حضرت علیؓ کی اس باب میں مذکور حدیث ضعیف ہے۔ اس لئے جب کوئی صرف میت کی جانب سے قربانی کرے یعنی اس میں کسی زندہ کو شریک نہ کرے تو احتیاط یہ ہے کہ سب صدقہ کردے۔ واللہ اعلم

(تحفۃ الاحوذی ۲/۳۵۴)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر صرف میت کی جانب سے قربانی کریں تو فقراء، مساکین پر صدقہ کر دینا افضل ہے اور اگر اس میں خود کھائیں اور اپنے اہل وعیال کو کھلائیں تو اس کی بھی گنجائش ہے خاص طور سے حاجت وضرورت کے وقت۔

(دیکھئے مخطوطہ مجموع فتاویٰ در فضل الرحمٰن مدنی ومجلّہ صوت الحق مالیگاؤں جلد ۹ شمارہ ۴، اپریل ۱۹۹۶ء ذی قعدہ)

باپ کی طرف سے بیٹے کی قربانی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے شرح متین مسئلہ ھذا کے بارے میں کہ ایک شخص زید ہے اور اس کے پانچ لڑکے ہیں، ان میں سے دو اپنے والد (زید) سے الگ ہیں اور ہیں تین لڑکے اور اپنے والد (زید) کے ساتھ ہیں۔ جب قربانی کا وقت آتا ہے تو زید مع تین لڑکے کے قربانی دیتے ہیں اور جو دو لڑکے الگ ہیں وہ دونوں مل کر اپنے والد (زید) کے نام سے قربانی دیتے ہیں۔ اور گوشت دونوں بھائی آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں حالانکہ ابھی زید زندہ ہیں اور وہ بھی بذات خود قربانی دیتے ہیں تو کیا ان دونوں بھائیوں کا طریقہ صحیح ہے، اسی طرح اگر زید انتقال کر چکے ہیں تو دونوں بھائی مل کر زید کو ثواب پہنچانے کی غرض سے زید کے نام پر قربانی کر سکتے ہیں اور گوشت کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب تحریر کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب بعون اللہ وتوفیقہ: زید کے پانچ بچوں میں سے دو بچے جو اپنے باپ زید سے الگ ہیں اگر دونوں مل کر اپنے باپ کی طرف سے قربانی کررہے ہیں تو ان کا یہ عمل صحیح ہے اور یہ دونوں بھائی قربانی کا گوشت کھا سکتے ہیں لیکن جب ان کے والد خود اپنی جانب سے قربانی کرتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ وہ اپنا اور اپنے بچوں کا زیادہ خیال رکھیں اور پہلے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی جانب سے قربانی کریں اس کے بعد اپنے باپ کی جانب سے قربانی کریں یا ایک جانور اپنی جانب سے اور اپنے اہل وعیال کی جانب سے ذبح کریں اور ایک والد کی جانب سے، حدیث میں ہے:

"انه کان یضحی بکبشین احدهما عن نفسه واهل بیته والآخر عن امته عمن شهد له بالتوحید وشهد له"۔ (اس حدیث کی مفصل تخریج حاشیہ نمبر ا میں گذر چکی ہے)

رسول اللہ ﷺ دو دنبوں کی قربانی پیش کرتے تھے ایک اپنی اور اپنے اہل وعیال کی جانب سے اور ایک امت کی جانب سے۔

اسی طرح اگر زید کا انتقال ہو چکا ہے اور دونوں بھائی مل کر ان کو قربانی کے ذریعہ ثواب پہنچانا چاہیں تو مذکورہ بالا حدیث کی بناء پر ایسا کرسکتے ہیں۔ کیونکہ اس حدیث سے صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کی جانب سے قربانی کرسکتے ہیں، اور اس کا گوشت خود بھی کھا سکتے ہیں اور فقراء، مساکین کو بھی کھلانا چاہئے مگر احوط یہ ہے کہ اس کو فقراء ومساکین میں تقسیم کردیا جائے تاکہ پوری قربانی کا اجر ثواب میت کو ملے لیکن اگر خود کھائیں اور اہل وعیال کو کھلائیں اور فقراء ومساکین میں تقسیم کردیں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ جیسے زندہ کی جانب سے قربانی میں خود کھانا اور اہل وعیال اور فقراء ومساکین کو کھلانا جائز ہے، ویسے میت

کی جانب سے قربانی میں سے کھانا، کھلانا جائز ہوگا۔(مجموع فتاویٰ در فضل الرحمٰن مدنی (مخطوطہ)ومجلّہ صوت الحق مالیگاؤں مجریہ اپریل ۱۹۹۶ء جلد۹،شمارہ۴)

(ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب)

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری حفظہ اللہ کا فتویٰ:

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری (امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند) حفظہ اللہ سے پورا عالم اسلام واقف ہے، آپ کی علمی حیثیت اور تحقیق نظر مسلم ہے۔عرب وعجم میں آپ کو یکساں مقبولیت حاصل ہے، آپ کے نزدیک مردے کی طرف سے قربانی بلاتردد جائز ہے بلکہ آپ نے عدم جواز کے قائلین پر زبردست رد بھی کیا ہے"۔(تفصیل کیلئے دیکھئے شمارہ محدث بنارس مجریہ ماہ ستمبر۱۹۸۴ ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ)

شیخ سلیمان بن ناصر العلون حفظہ اللہ کا فتویٰ:

ہم نے شیخ سلیمان بن ناصر العلون حفظہ اللہ سے فون پر رابطہ قائم کیا تو آپ نے فرمایا: میت کی طرف سے قربانی جائز ہے البتہ اگر اسی انداز میں کرے جس طرح نبی کریم ﷺ کی ہے تو سنت کو پالے گا یعنی زندگی ے طرف سے قربانی کرے اور اس میں مردہ کو شریک کرے لیکن اگر کوئی شخص تنہا علی سبیل الانفراد میت کی طرف سے قربانی کرے تو یہ بھی جائز اور درست ہے۔اس لئے کہ ممانعت کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی۔(افادات از شیخ سلیمان بن ناصر العلون ۲۴/۲/۱۴۲۰ھ-۸/۶/۱۹۹۹ء)

☆☆☆

صوبائی جمعیت کی سرگرمیاں

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمد للہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم و تربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کر رہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔

- ماہانہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- ہر ماہ الجماعہ کی اشاعت۔
- مفت کتابوں کی تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- دعاۃ کی تربیت کا اہتمام وغیرہ۔

دینی و جماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے درمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاهم الله خيراً

Published By

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna wala Compound, Opp. Best Bus Depot. L.B.S. Marg
Kurla (W) Mumbai-70
Phone : 02226520077 / Fax: 02226520066
Email: ahlehadeesmumbai@hotmail.com